قصۂ بحیرا کی عیسائی روایات: تحقیقی جائزہ

Christian Account of the story of Baḥīra (Sergius the Monk): Analysis of Aruguments

* محمد حفیظ الرحمٰن

** ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

Abstract

Commonly every religion has an urge to be testified by its predecessor religion. Although Islam does not need any such attestations, yet it is taken as a sigh of content, if some attestations are found in any like manner. The "Story of the Monk Bahira" can be said to be such an example, which is presented by Muslim scholars as an attestation for the prophet hood of Muḥammad (PBUH). *Nevertheless this story gained a lot of applause in Muslims, but fact of the matter is that it was nothing but a polemic tactic used by medieval christians to "prove" that Islam was nothing but a christian "heretic cult", and Prophet Muḥammad* (PBUH) *was depicted to be a person who got all his ideas from a christian monk, and received no revelations from Allah (S.W.T.). The whole story is crafted in such a manner that a lay man could easily be deceived, and consequently can reject to testify the prophet hood of Muḥammad* (PBUH). *But, a close analysis of "facts" and "arguments", and the manner of their presentation in the story lead to conclude that not only these stories were false and fake, but also it firmly denounced the myth that Prophet Muḥammad* (PBUH) *was taught by some christian monk instead of being appointed as a messenger by Allah (S.W.T.) The objective of the article in hand is to discuss and analyze the "facts" and "arguments" presented in the non-Islamic traditions of the story of the monk Baḥīra.*

Keywords: Sergius the Monk, Christian Account, Muḥammad (PBUH).

مذہبی طور پر یہ ایک عمومی بات سمجھی جاتی ہے کہ ہر نیا مذہب اپنے پیشرو مذہب سے اپنی سچائی کی تصدیق چاہتا ہے۔[1] مثلاً مشرقی عیسائیوں نے بائبل میں "بزرگ سائمن"(Simon The Elder)[2] کا کردار تخلیق کیا تاکہ "نئے مذہب"(عیسائیت) کی تصدیق "پرانے مذہب"(یہودیت) سے "معجزانہ" طور پر کی جاسکے۔[3] جس کے ردِ عمل میں یہودیوں نے مجادلانہ / مخاصمانہ (polemic) اسلوب پر ایسی تحاریر تصنیف کیں جن میں حیاتِ حضرت مسیح علیہ السلام کی عکاسی انتہائی عیسائی-مخالف نکتہ نظر سے کی گئی۔ مثلاً ٹولیڈوتھ یشوع (تاریخِ مسیح/Toledoth Yeshu) وغیرہ۔[4]

اسی طرح بعض مسلمان مصنفین نے بھی دیگر مذاہب میں مروج اور مشہور، بعض روایات کو اسلام کی ابتدائی تاریخ پر منطبق کرنے کی کوشش کی، جس کی ایک مثال، زیرِ نظر "قصۂ بحیرا" بھی ہے۔[5] جبکہ دنیائے عیسائیت کی وہ داخلی تحاریر جن میں کافی حد تک اسلام کے خلاف مخاصمانہ ومجادلانہ مواد بھی پایا جاتا ہے، وہ سب "قصۂ بحیرا" کے غیر مسلم مصنفین کو بھی میسر تھیں۔[6]

دورِ تصنیف:

اگرچہ زیرِ نظر قصہ کا تذکرہ مسلم وعیسائی، دونوں روایات میں ملتا ہے، تاہم شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ عیسائی حلقوں میں اس کا تذکرہ مسلمانوں سے قبل متداول ہوا۔[7] اور سب سے پہلے آٹھویں صدی عیسوی میں بعض عیسائی مصنفین نے "قصۂ بحیرا" کا تذکرہ کیا۔ تاہم نویں صدی عیسوی میں مکمل طور پر منظرِ عام پر آنے

* لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج (بوائز) فاضل پور (ضلع راجن پور)۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ فکرِ اسلامی، تاریخ وثقافت، کلیۂ عربی وعلومِ اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

سے قبل یہ قصہ مختلف اسالیب میں زبانی روایت کے طور پر اکثر عیسائی حلقوں میں ہی متداول رہا ہے۔[8] لیکن اسکے برعکس، نویں صدی سے قبل کے مسلم مصادر اس ضمن میں نہ صرف کلیۃً خاموش نظر آتے ہیں، بلکہ اس سے قبل مسلمانوں کی طرف سے اس قصہ کو بیان کرنے کے کوئی شواہد بھی نہیں ملتے۔[9] لیکن پھر اسے ان اسلامی روایات[10] سے مہمیز ملی، جن میں کسی راہب سے حضور ﷺ کی (مبینہ) ملاقات کا تذکرہ کیا گیا، اور جس نے آپ ﷺ کی نبوت کو پہچانا۔[11] جبکہ مذکورہ قصہ کی تصنیف کے ضمن میں دستیاب متنی مواد خلیفہ مامون الرشید (813-830ء) کے دور کی طرف اشارہ کرتا ہے۔[12]

چونکہ نویں صدی (عیسوی) کے وسط تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین تناؤ کافی شدت اختیار کر چکا تھا، لہٰذا اس دور میں بعض عیسائی مناظروں نے بحیرا کے "پیش گو" قصہ کو مناظراتی اسلوب میں مجادلانہ مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جبکہ تحریری اور زبانی طور پر عیسائی روایات میں قصۂ بحیرا (بالخصوص اس کا حصہ اول) مسلمانوں سے بھی قبل موجود تھا، لہٰذا مناظرانہ مقاصد کے لیے اسے قبولِ عام حاصل ہوا۔[13] اور صورتِ حال یہ ہوئی کہ پھر عیسائی و مسلم، دونوں اطراف سے اس قصہ کو مناظروں اور مجادلات میں استعمال کیا گیا۔[14] اور وسط نویں صدی عیسوی میں مسلم روایات کے جواب میں، عیسائیوں نے بحیرا راہب کے قصے کو فروغ دیتے ہوئے اس کے "معلمی" کردار پر خاصا زور دیا۔[15] اگرچہ نویں صدی عیسوی میں اپنے منصۂ شہود پر آنے کے بعد یہ قصہ تبدیلیوں کے کئی مراحل سے بھی گذرا۔[16] اور زبانی روایات میں بھی خاصی تغییر و تحریف کرتے ہوئے مختلف نتائج اخذ کرنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔[17] جس کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس قصہ کے تاریخی شواہد تقریباً نہ ہونے کے باوجود عیسائی قارئین میں اسے خاصے شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے۔[18]

یہ شواہد بھی ملتے ہیں کہ گذشتہ کئی صدیوں میں ناسخین (copyist) نے اس کہانی کے مختلف عناصر میں تحریف و تبدل کرتے ہوئے اس کے ذریعہ اپنی مناظرانہ حیثیت کو بہتر کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔[19] البتہ تمام عیسائی مصادر میں قصۂ بحیرا کے لازمی مباحث کہیں کہیں معمولی تبدیلی کے ساتھ تقریباً یکساں ہیں، اور اگرچہ یہ قصہ شامی و عربی، دونوں زبانوں میں ملتا ہے، تاہم شواہد سے شامی روایت کے قدیم تر ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔[20] اور یہ شامی و عربی نسخے، یعقوبی و نسطوری، دونوں عیسائی حلقوں میں مقبول و متداول رہے ہیں۔[21]

اس کے علاوہ آٹھویں صدی عیسوی سے بھی سرجس بحیرا نامی راہب کی کہانیاں زبان زدِ خاص و عام رہی ہیں، لیکن اس زبانی شہرت کے باوجود، تحریری قصہ کا نہ تو بنظرِ غائر مطالعہ کیا گیا، اور نہ ہی اس کی تشہیر کی گئی۔ حالانکہ بعد کے ادوار میں اس قصہ کے عیسائی اسلوب (version) کا آرمینیائی اور لاطینی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسے مناظراتی ادب میں کافی شہرت دی گئی۔[22] جبکہ قصہ مذکورہ کے مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ اسے اس انداز میں پیش کیا جائے کہ یہ عیسائی دنیا کے لیے مناظراتی اور پیش گو، ہر دو مقاصد میں ممد ثابت ہو۔[23] اور اس ضمن میں اس کہانی کے متن سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ تاریخی روایات کو مجادلہ کے لیے کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی مدد سے پیش گوئیوں پر مبنی ایسے ادب کی بنیاد قصداً ڈالی گئی، جس کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ حضور ﷺ کی تعلیمات میں (معاذاللہ) کوئی حقیقت موجود نہ تھی، اور وہ (معاذاللہ) ایسے دھوکے باز تھے جو اپنے (مبینہ) استاد کی تحریک پر (معاذاللہ) یہ دھوکہ بازی کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے، تاکہ جاہل عربوں کو ایک خدا کا علم دے سکیں۔[24]

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ عیسائی الاصل قصہ نہایت چالاکی سے گھڑا گیا لگتا ہے، جو مشہور اسلامی روایات کی بنیاد پر بظاہر صحیح نظر آنے کی خاصیت رکھتا ہے، تاکہ اسلام کے سماجی و مذہبی دباؤ کے جواب میں عیسائی ردِ عمل کو پیش کیا جا سکے، کیونکہ مذکورہ قصہ نہ صرف عیسائی قاری کو تاریخی تناظر میں عروجِ اسلام سے نمٹنے کے لیے سہارا فراہم کرتا ہے، بلکہ یہ غلط فہمی بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ (معاذاللہ) اسلام "درحقیقت" عیسائیت کی ہی "بگڑی" ہوئی صورت ہے۔ اور یوں یہ عیسائی قارئین کو اپنے عقائد کے خلاف اسلام کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے مناظرانہ حکمتِ عملی سے لیس کرنے[25] کے علاوہ ایک ایسا تصوراتی ہیولہ بھی فراہم کرتا ہے کہ جس کی مدد سے وہ نہ صرف اسلام کے تحدی (چیلنج) کا جواب دینے کے قابل ہو سکیں، بلکہ خود کو بھی یہ یقین دہانی کرا سکیں کہ صرف وہی حق پر ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اس قصہ کے ہر لفظ میں اپنے عقیدے کا دفاع کرنے کی بھرپور کوشش کی

ہے، اور یہی امر عیسائی اقوام میں اس کی شہرت کا سبب ہے۔[26] مزید بر آں، مذکورہ قصہ میں قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی عقائد و عبادات سے گہری واقفیت کا عنصر، اسی بات کی غمازی کرتا ہے کہ اسے فروغ دینے کا مقصد عیسائیوں میں قبولِ اسلام کے رجحان کی حوصلہ شکنی کرنا تھا۔[27]

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ مسلم روایات میں بھی بحیرا اور حضور ﷺ کی (مبینہ) باہمی ملاقات کا بیان ملتا ہے، جن کا مقصد یہ "ثابت" کرنا تھا کہ عیسائی بھی حضور ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں،[28] لیکن مشرقِ وسطیٰ کے عیسائیوں کے پاس موجود اسلوب(version) اصلاً حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے، اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی (معاذاللہ) تکذیب کرتے ہوئے ان کا ماخذ "بحیرا" نامی راہب کو قرار دینے کے لیے پیش کیا گیا، اور اسی مقصد کے لیے ہی کئی شامی و عرب عیسائی مصادر و متون میں سے اس قصہ کی تشکیل کے لیے مواد حاصل کیا گیا۔[29]

عیسائی مصادر میں اس کہانی کے تین حصے پائے جاتے ہیں، جو بظاہر تین مختلف ادوار سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن انہیں آپس میں اس طرح ڈھیلے ڈھالے انداز میں مربوط کر دیا گیا ہے کہ نویں صدی عیسوی کے بعد وہ ایک ہی روایت سمجھے جاتے ہیں۔ جس کی رو سے یہ سارا قصہ "ایشع یہب" (شامی تلفظ:Ish'yhab) یا، "مُرحِب" (عربی تلفظ:Murhib) نامی ایک گشتی راوی سے مروی ہے، جو بحیرا سے ملا، اور اس کے ہاں آٹھ دن قیام پذیر رہا، جس کے بعد بحیرا وفات پا گیا۔[30] لیکن ایشوعیہب نے بھی یہ قصہ بذاتِ خود بحیرا سے نہیں، بلکہ اس کی وفات[31] کے بعد "حکیم" نامی اس کے کسی شاگرد سے سنا تھا۔ لہٰذا بحیرا کی جانب سے حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) دی جانے والی (مبینہ) تعلیم کے واقعے کا اصل راوی "حکیم" ہی ہے۔[32] لیکن اسلوبِ بیان کے نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ "حکیم" کا کردار راوی راہب (ایشع یہب) اور سرجس بحیرا کے مابین کچھ فاصلہ پیدا کرنے کے لیے ایسے متعارف کرایا گیا ہے کہ اس معاملہ میں دقتِ نظر رکھنے والا عیسائی اسے بآسانی رد کر سکے۔[33] مزید بر آں، بحیرا کو اگرچہ ایک گمراہ راہب کے طور پر بیان کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی وہ ایک ایسا "مقدس" شخص ہے، جس کے ہاتھوں کرامات کا ظہور بھی ہوتا دکھائی دیا گیا ہے۔[34]

واقعہ کے پہلے حصہ میں بحیرا اپنے سفر یروشلم اور کوہِ سینا کے بارے میں بتاتا ہے، جہاں اسے روحانی طور پر جنت میں لے جایا گیا تا کہ وہ کوئی "مکاشفہ" دیکھ سکے،[35] جس کا تعلق خطے کے مذہبی اور تاریخی مستقبل سے تھا۔[36] اس مبینہ "کشف" میں بحیرا کو "حکم" دیا گیا کہ وہ بازنطینی اور فارسی شہنشاہوں کو خبر دار کرے کہ ان کی سلطنتوں کا خاتمہ اسماعیل کے بیٹے (Son of Ishmael) کے ہاتھوں ہو گا،[37] بحیرا نے حسبِ حکم دونوں کو خبر دار کیا، لیکن انہوں نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن دوسری طرف خود کلیسا کی طرف سے اس پر الزام لگایا گیا کہ وہ صلیب سے نفرت کرنے والا ہے، کیونکہ اس نے یہ کہا تھا کہ کلیسا میں متعدد صلیبوں کی بجائے صرف ایک ہی صلیب نصب کی جائے، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو (معاذاللہ) صرف ایک ہی صلیب پر سولی دی گئی تھی۔[38] اس کے بعد (کہانی کے اگلے موڑ پر) بحیرا یثرب کے صحراؤں کی طرف چل نکلا، جہاں اس کی ملاقات (مبینہ طور پر) اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ہوتی ہے، جن کے مستقبل کے بارے میں اس نے پیش گوئی کی تو انہوں نے خوش ہو کر اس کا اکرام کیا، اور اس کے لیے ایک حجرہ (صومعہ /cell) تعمیر کر کے ایک کنواں بھی ساتھ ہی کھود دیا، جس کے بعد بحیرا وہاں سکون سے رہنے لگا، اور پھر اس نے ان کے لیے (معاذاللہ) ایک کتاب لکھ کر دی جسے وہ قرآن کہتے تھے، اور اس کے انتقال کے بعد بھی اسماعیل کے بیٹے اس کی قبر پر آتے رہتے تھے۔[39]

کہانی کے مذکورہ بالا حصہ کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یثرب، یا مدینہ، صحراؤں کی نہیں بلکہ سرسبز و شاداب باغات کی سرزمین ہے، نیز وہاں اولادِ اسماعیل کبھی آباد نہیں رہے، بلکہ عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے عَبیل نے اس علاقہ میں اقامت اختیار کی، جنہیں بعد ازاں عمالیق نے بے دخل کر کے خود وہاں قبضہ جمالیا۔ اور وہی یثرب میں آباد ہونے والی پہلی قوم تھی، جن کا اصل وطن اگرچہ یمن تھا، اور یثرب میں ان کا پیشہ باغبانی اور زراعت رہا ہے۔ اس کے علاوہ 1400 ق م میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے متصلاً بعد بنی اسرائیل کا ایک حصہ، اور 586 ق م میں بختِ نصر کی غارت گری کا شکار ہونے والے چند دیگر یہودی قبائل بھی آن بسے۔ اور پھر اہلِ یمن میں سے ہی یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل میں سے اوس اور خزرج بھی قریب 115 ق م میں یثرب میں آ کر قیام پذیر ہوئے۔[40]

اسی طرح بحیرا کی طرف سے (معاذاللہ) قرآن مجید لکھ کر دینے کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں قرآنِ مجید میں ہی یہ بات نہایت واضح انداز میں بیان ہوئی کہ:

"وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ"[41]

"اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے"

گویا یہ بات واضح ہے کہ قصۂ بحیرا کا مذکورہ بالا حصہ نہ صرف محض دروغ گوئی اور غلط بیانی پر مشتمل ہے، بلکہ یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ عربی نسخہ کی رو سے اس کا زیادہ تر حصہ فرضی میتھوڈیئس نامی کسی قدیم تر پیش گوئی سے بھی ماخوذ ہے۔[42]

قصۂ بحیرا کا دوسرا حصہ، اس کے اور حضور ﷺ کے مابین (مبینہ) ملاقات کے احوال پر مشتمل ہے[43] جس میں اس نے حضور ﷺ کو بدوؤں (nomads) کے مابین پہچان لیا، اور یہ کہا کہ یہ وہی ہیں جن کے ذریعے اس کی "پیش گوئی" پوری ہوگی، اور پھر اس کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ اس کی ملاقاتوں میں ہونے والے "مکالمات" کو بھی نقل کیا گیا ہے،[44] جس کے ضمن میں حضور ﷺ کی طرف سے (مبینہ طور پر) پوچھے گئے سوالات کے جوابات بحیرا نے اس انداز میں دیے ہیں کہ قاری ان میں عیسائی عقائد کے بیان، اور اسلامی نظریات کی (معاذاللہ) تغلیط کا رجحان واضح طور پر محسوس کر سکتا ہے۔[45]

مثلاً، اولاً سرجس یہ وضاحت کرتا ہے کہ اس نے حضور ﷺ اور ان کے مستقبل سے متعلق الہام کوہِ سینا پر حاصل کیا، اور یہ کہ حضور ﷺ لوگوں کو عبادتِ تماثیل سے ہٹا کر عبادتِ خدائے واحد پر لانے کے ذمہ دار ہیں۔[46] اور اس امر کا اعتراف اسلام کے قرونِ اولیٰ میں لکھی گئی شامی و عربی مناظرانہ (و تاریخی) تحاریر میں بھی ملتا ہے کہ حضور ﷺ کا اہم ترین کام عربوں کو بت پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کی طرف موڑنا تھا۔[47]

اس کے علاوہ اس (فرضی) مکالمہ کا بڑا حصہ عیسائیت سے متعلق ہے، جس کا آغاز انبیاء علیہم السلام اور کارِ نبوت کے تعارف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ (مبینہ) مکالمہ اس طرح ہے کہ

"Muhammad said: 'Who are they, the prophets?'
Sergius said: 'They are righteous people, who fear God and keep His commandments. The Lord revealed himself to them through the Holy Spirit.'
Muhammad said: 'Who is the Holy Spirit?'
Sergius said: 'The Spirit of God, who is sent from Him to whoever fears Him and does His will.'
Muhammad said: 'You, whome do you worship?'
Sergius said: 'The living God.'
Muhammad said: 'And people, whom did they worship of old?'
Sergius said: 'Some of them [worshipped] fire, some of the stones, some of them stars, some of them trees, some of them demons, and some of them graven images. And when God saw all this erring in the world He pitied the race of man and sent prophets to them and they turned the people from the false worship of demons to the knowledge of the truth and the worship of One God.'
Muhammad said: 'Which one of those do you worship and what your belief is?'
Sergius said: 'I am a Christian and I worship the One God.' "[48]

"محمد [ﷺ] نے کہا: وہ انبیاء کون ہوتے ہیں؟ سرجس نے جواب دیا: وہ نیکوکار اور متقی لوگ ہوتے ہیں جو خدا کے احکام بجا لاتے ہیں، اور خدا ان پر روحِ مقدس کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد [ﷺ] نے پوچھا: روحِ مقدس کون ہے؟ سرجس نے جواب دیا: خدا کی روح، جو اس کی طرف سے ہر اس شخص پر نازل کی جاتی ہے جو اس سے تقویٰ اختیار کرے اور اس کی فرمانبرداری کرے۔

محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے کہا، تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ سر جس نے کہا: خدائے حیّ کی۔ محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے کہا: اور لوگ اگلے وقتوں میں کس کی پوجا کرتے تھے؟ سر جس نے کہا: ان میں سے بعض آگ کی، بعض پتھروں کی، بعض ستاروں کی، بعض درختوں کی، بعض بھوتوں کی، اور بعض کھدی ہوئی تماثیل کی۔ اور جب خدا نے اس ساری خرابی کو دیکھا تو اسے نسلِ انسانی پر ترس آیا اور (ان کی اصلاح کے لیے) انبیاء (علیہم السلام) بھیجے، جنہوں نے لوگوں کو بھوتوں کی گمراہ پرستش سے ہٹا کر خدائے واحد کے تعارف اور پرستش کی طرف موڑا۔ محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے پوچھا: ان میں سے تم کس کی پرستش کرتے ہو، اور تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ سر جس نے کہا: میں عیسائی ہوں اور میں خدائے واحد کی پرستش کرتا ہوں۔"

جب بحیرا نے اپنا تعارف ایک عیسائی کے طور پر کرایا، تو (مبینہ طور پر) حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عیسائیت کی بابت سوالات کیے۔

"Muhammad said: 'What is Christianity?'
Sergius said: 'It is a faith that Christ taught us.'
Muhammad said: Who is Christ?'
Sergius said: Crist is the Word of God and His Spirit.'
Muhammad said: Is he a prophet or a human being like you and me?'
Sergius said: [The human being in whom God dewlled.] The Word of God was sent from heaven through Gabriel the Archangel to Mary the Virgin, who descended from Abraham and from the seed of David. And she conceived without intercourse through the power of the Holy Spirit, and she gave birth to a son without intercourse as the prophets had prophesised.''[49]

"محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے پوچھا: عیسائیت کیا ہے؟ سر جیئس نے کہا: یہ وہ عقیدہ ہے جو مسیح (علیہ السلام) نے ہمیں سکھایا۔[50] محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے پوچھا: عیسائیت کیا ہے؟ سر جیئس نے کہا: مسیح (علیہ السلام) خدا کا کلمہ اور اس کی روح ہے۔ محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] نے پوچھا: کیا وہ نبی تھے، یا ہماری تمہاری طرح ایک انسان؟ سر جیئس نے کہا: ایک انسان جس میں خدا حلول کر گیا تھا (معاذ اللہ)۔ خدا کا کلمہ جبرائیل فرشتے کے ذریعے کنواری مریم کے پاس بھیجا گیا، جو ابراہیم (علیہ السلام) کی نسل اور داؤد (علیہ السلام) کی اولاد میں سے تھے۔ اور وہ بغیر کسی مباشرت کے روح القدس کی طاقت سے حاملہ ہوئیں، اور انبیاء کی پیش گوئیوں[51] کے مطابق ایک بچہ کو جنم دیا۔

اگرچہ مذکورہ بالا ان بیانات میں عیسائیت کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے، لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ مندرجہ بالا تمام بیانات کی نفی مذکورہ بالا اسی آیتِ قرآنی سے ہی ہو جاتی ہے، جس کا اشارہ خود بحیرا سے بیان کیا گیا، یعنی،

"يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُه ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڗ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَه اَنْ يَّكُوْنَ لَه وَلَدٌ لَه مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا"[52]

"اے اہلِ کتاب تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور اللہ کی شان میں سوائے پکی بات کے نہ کہو بیشک مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑ دو تمہارے لیے بہتر ہو گا بیشک اللہ اکیلا معبود ہے وہ پاک ہے اس سے اس کی اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے۔"

پھر اس (مبینہ) مکالمہ کا اختتام حضرت مسیح علیہ السلام کی (معاذاللہ) تصلیب کے بیان پر ہوتا ہے، جہاں بحیرا، قرآنِ مجید سے [53] متعارض اس بات کی تعلیم دیتا دکھایا گیا ہے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو (معاذاللہ) سولی دی تھی، اور اس طرح وہ اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے ایسے شخص کی پوجا کیسے کی جائے، جسے خود سولی پر لٹکایا گیا ہو؟[54]

اسی طرح قصۂ بحیرا کے شامی نسخہ میں بھی حضور ﷺ کے سوالات کو (معاذاللہ) ان کی طرف سے حصولِ علم کی کوشش کے طور پر پیش کیا گیا، اور دانستہ طور پر اسلام کو (معاذاللہ) عیسائیت کی ایسی سادہ، مگر کمتر صورت میں پیش کیا گیا ہے جسے بعد میں یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا۔ اور اس طرزِ تحریر کا عکس اسلام کے قرنِ اول میں لکھی گئی ان تخیلاتی اور تصوراتی مناظراتی تحاریر میں بھی نظر آتا ہے، جن میں قرآن وحدیث سے مخصوص تعلیمات کا انتخاب اور اندازِ بیان، ان کہانیوں کو بیک وقت پیش گوئی اور مناظرانہ اسلوب کا حامل بنا دیتا ہے۔[55]

چنانچہ اس ضمن میں درج ذیل "مکالمہ" زیرِ نظر کہانی میں "نقل" کیا گیا کہ،

"Muhammad said: 'And if they say to me: "From where did you receive this vision or teaching?" What should I say to them?'

Sergius said: Say to them "The angel Gabriel has come to me at night and he has taught me all that will happen".'

Muhammad said: 'And if they say to me: "What is there in the other world?", What shall I say to them?'

Sergius said: 'Say to them that there is a paradise and trees and that the best of all things are there.'

Muhammad said: 'And if they say to me: "What will we eat and drink there?" What shall I say to them?'

Sergius said: 'Say to them: "You will eat and drink and enjoy in paradise, and there are four rivers there, one of honey, one of milk, one of wine, and one of water".'

Muhammad said: 'When I say to them: "You will eat and drink in paradise" they will say to me: "There is food and drink there and nature's call".'

Sergius said: 'Say to them: "It will disappear from the body like sweat".'

Muhammad said: 'And when I say to them: "You will eat and drink in paradise and enjoy" and they say to me: "We cannot endure there without intercourse", what shall I say to them?'

Sergius said: ' You tell them also: "There are beautiful young girls there with big eyes and beautiful appearances and with lovely looks, who are very plump. Seven will be given to each man".[56]

"محمد [ﷺ] نے پوچھا: اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے، تو میں اس کا کیا جواب دوں؟ سرجئیس نے کہا: انہیں بتانا کہ جبرائیل فرشتہ رات کو میرے پاس آیا اور مجھے وہ سب بتایا جو رونما ہوگا۔ محمد [ﷺ] نے کہا: اور اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ دوسرے جہان میں کیا ہے، تو میں انہیں کیا بتاؤں؟ سرجیئس نے کہا: انہیں بتانا کہ وہاں جنت اور درخت، اور ہر قسم کی عمدہ اشیاء ہوں گی۔ محمد [ﷺ] نے پوچھا: اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہم وہاں کیا کھائیں اور پیئیں گے، تو میں انہیں کیا جواب دوں؟ سرجئیس نے کہا: انہیں بتانا کہ تم وہاں کھاؤ پیو اور مزے کرو گے، اور وہاں چار دریا ہوں گے، ایک شہد کا، ایک دودھ، ایک شراب، اور ایک پانی کا۔[57] محمد [ﷺ] نے کہا: جب میں ان سے کہوں گا کہ تم جنت میں کھاؤ پیو گے، تو وہ مجھ سے کہیں گے کہ وہاں کھانا پینا ہوگا، تو تقاضائے فطری کا کیا ہوگا؟ سرجیئس نے کہا: انہیں بتانا کہ یہ سب جسم سے پسینے کی صورت میں تحلیل ہو جائے گا۔[58] محمد [ﷺ] نے کہا: جب میں ان سے کہوں گا کہ تم جنت میں کھاؤ، پیو، اور مزے کرو گے، اور انہوں نے مجھے کہا کہ، ہم وہاں مباشرت کیے بغیر نہیں رہ سکتے، تب میں ان سے کیا کہوں؟ سرجِس نے کہا: آپ انہیں بتائیں کہ وہاں نوجوان خوبصورت لڑکیاں ہوں گی، جن کی آنکھیں بڑی اور سراپا خوبصورت، اور چہرہ پیارا ہوگا۔ اور ہر جنتی کو سات ملیں گی۔"[59]

مذکورہ کہانی کا تیسرا حصہ پیش گوئی کے اسلوب پر مشتمل ہے، جس میں حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے بیٹوں کی "دس ہفتے" پر محیط حکومت، ان کا زوال، عیسائیوں کی مسلمانوں کے ماتحت زندگی کی صورتِ حال، اور ان کو درپیش مشکلات کے ساتھ ساتھ، ان عیسائیوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو "اسماعیلی" (مسلمان) ہو جائیں گے۔[60]

زیرِ نظر کہانی کا عربی نسخہ اس لحاظ سے اہم اور دلچسپ ہے کہ یہ نہ صرف (مبینہ طور پر) بحیرا کی اپنی زبانی بیان کردہ روایت ہے، بلکہ اس میں قرآن اور حیاتِ نبوی ﷺ سے حوالہ سازی کرتے ہوئے، انہی کے خلاف مخاصمت اور مجادلت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔[61] یہ قصہ وسطی عربی (Middle Arabic) میں لکھا گیا ہے[62] جس میں (مبینہ طور پر) بحیرا کی زبانی قریباً چالیس (اگرچہ ان کی حتمی تعداد بیان کرنا ممکن نہیں ہے) آیات کے بارے میں یہ اعتراف نقل کیا گیا ہے جو اس نے (معاذاللہ) حضور ﷺ کے لیے لکھی تھیں۔[63] جن میں سے بعض آیات کئی قرآنی جملوں کو ملا جلا کر "بنائی" گئی ہیں، جبکہ بعض سرے سے ہی قرآنی نہیں ہیں۔[64]

ذیل میں ان آیات کی مختلف اقسام کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ ان کے ساتھ کس قسم کی مجادلت و مخاصمت (polemic) وابستہ ہے۔[65]

1۔ عیسائی نواز آیات: (Pro-Christian Verses)

یہ وہ آیات ہیں جن میں سے عیسائیت یا بائبل کی تصدیق کے مطالب اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[66] اور ان میں سے اکثر اسلام-مخالف، دیگر عیسائی مجادلانہ تحاریر میں بھی مستعمل رہی ہیں۔[67] مثلاً قرآنِ مجید کی آیت: ''لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عداوۃ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ''[68] پر بحیرا کا تبصرہ تھا کہ،

> "Then I saw that Muhammad thought that the polytheists are the Christians, but I explained that they are Quresh."[69]

> ''میں نے دیکھا کہ (اس آیت میں) "مشرکین" سے محمد [ﷺ] عیسائیوں کو مراد لے رہے ہیں، (جس پر) میں نے وضاحت کی کہ یہ قریش ہیں۔''

چونکہ "تثلیث" میں یقین کے باعث لفظ "مشرک" کی تعبیر، مسلمانوں کو عیسائیوں کے خلاف ردِ عمل کا موقعہ دیتی ہے، لہٰذا بظاہر اس آیت کا حوالہ دے کر اپنی تبیّن اس کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے۔[70] بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے بحیرا نے مشرکین کے خلاف (معاذاللہ) کچھ منفی آیات کا اضافہ بھی کیا[71] جو بظاہر قرآن مجید[72] کے مشابہ ہیں، لیکن در حقیقت وہ قرآنی آیات نہیں ہیں۔[73]

اسی طرح ایک اور آیت ''قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ''[74] کے بارے میں وہ "وضاحت" کرتا ہے کہ،

> "And [Muhammad] inferred that it meant 'the first deniers' and he adds, 'the worshipers are not the deniers and the deniers are not the worshipers."[75]

> ''محمد [ﷺ] نے جانا کہ (شاید) اس سے مراد 'اولین کافر' ہے، جس پر اس (بحیرا) نے اضافہ کیا کہ 'عابدین'، 'کافرین' نہیں، اور 'کافرین'، 'عابدین' نہیں ہیں۔''

اولاً تو مذکورہ بالا جملہ اصلاً سورۃ الکافرون کی آیات[76] کا چربہ ہے۔[77] ثانیاً، کیا حضور ﷺ نے (معاذاللہ) کسی مفروضہ "ابن اللہ" کی پوجا کی؟ اگر نہیں، تو یہی ان آیات کا مقصود ہے کہ، اگر ہوتا تو پوجا کی جاتی، اور اگر اس قسم کی پوجا کا کوئی سراغ نہیں ملتا، تو یقیناً اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ نہ تو ایسا ہونا ممکن ہے، اور نہ ہی مناسب۔[78] اور اصلاً یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ہے، اور اس شرط سے اس کا وقوع اور جواز لازم نہیں آتا،[79] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ،

''لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَہٗ ۭ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ''[80]

''اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو فرزند بنائے تو اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے وہ اللہ ایک بڑا غالب ہے۔''

2۔ عیسائی-مخالف آیات: (Anti-Christian Verses)

(مبینہ طور پر) بحیرا نے چند عیسائی-مخالف آیات بھی (معاذاللہ) لکھ کر دیں، جو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے رد میں عموماً پیش کی جاتی رہی ہیں، البتہ ان کا "اعتراض" فوراً ہی دور کیا جا سکتا تھا۔[81] مثلاً سورۃ الاخلاص کی آیات ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ''[82] کے بارے میں بحیرا کی (مبینہ) کہانی میں یہ بیان ملتا ہے کہ،

"…he wrote this at the time when he had lost all hope because Muhammad's followers kept running to their former idolatrous beliefs. He says 'I linked God to the one they used to worship and I made him Samad, not hearing, not seeing, like a stone."[83]

"اس نے یہ آیات اس وقت (معاذاللہ) لکھیں، جب وہ ساری امید کھو چکا تھا، کیونکہ محمد [ﷺ] کے پیروکار اپنے بت پرست عقائد کی طرف بھاگے جا رہے تھے (معاذاللہ)۔ تب وہ کہتا ہے کہ میں نے خدا کو اسی سے منسلک کر دیا جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، اور اسے "صمد" بنا دیا، یعنی (معاذاللہ) پتھر کی طرح نہ سننے والا، نہ دیکھنے والا"

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سورۃ اخلاص میں وارد لفظ "صمد" کا ترجمہ تھیوڈور ابو قرّا (م: قریباً 825ء) نے بظاہر "ٹھوس" (Solid)، یا "سخت ڈھالا ہوا" (Firmly hammered in) کیا،[84] جبکہ نائسٹس (Nicetus)[85] نے عربی سے نابلد ہونے، یا مخاصمانہ مقاصد کے تحت "صمد" کا ترجمہ ایک جگہ "گول" (All Spherical) کر دیا۔[86] جبکہ ایک اور جگہ اس نے اس کا ترجمہ "ڈھلا ہوا گولا" (Hammered all round) کر دیا۔[87] نائسٹس کا مذکورہ ترجمہ متعصبانہ رجحان، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں قرآنِ پاک کی (معاذ اللہ) غلط تعبیر کا نتیجہ ہے، جسے بعد کے بازنطینی مصنفین نے بھی اپنائے رکھا۔[88] جس کا اثر زیرِ نظر تحریر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

حالانکہ "صمد" کا معنی یہ ہے کہ،

''الَّذِي يَصْمُدُ الْخَلَائِقُ إِلَيْهِ فِي حَوَائِجِهِمْ وَمَسَائِلِهِمْ---هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي سُؤْدُدِه وَ الشَّرِيفُ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي شَرَفِهِ، وَالْعَظِيمُ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي عَظْمَتِهِ وَالْحَلِيمُ الَّذِي قَدْكَمُلَ فِي حِلْمِهِ وَالْعَلِيمُ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي عِلْمِهِ، وَالْحَكِيمُ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي حِكْمَتِهِ وَهُوَ الَّذِي قَدْ كَمُلَ فِي أَنْوَاعِ الشَّرَفِ وَالسُّؤْدُدِ، وَهُوَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ هَذِهِ صِفَتُهُ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لَهُ، ---الْبَاقِي بَعْدَ خَلْقِهِ ---الْحَيُّ الْقَيُّومُ الَّذِي لَا زَوَالَ لَهُ''[89]

"جس کی طرف مخلوق اپنی حاجات اور مسائل میں رجوع کرے، ایسا سردار جو اپنی سرداری میں کامل ہو، ایسا شریف جو اپنی شرافت میں کامل ہو، ایسا عظیم جو اپنی عظمت میں کامل ہو، ایسا بردبار جو اپنی بردباری میں کامل ہو، ایسا علیم جو اپنے علم میں کامل ہو، ایسا دانا جو اپنی دانائی میں کامل ہو، اور جو ہمہ قسم شرف وسیادت میں کامل ہو، وہ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ ہے، اس کے سوا یہ صفات کسی کے لیے نہیں، مخلوق کے بعد باقی رہنے والا، حی وقیوم، جسے کبھی زوال نہ آئے۔"

اس کے علاوہ قرآنِ مجید کی کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کی "سمیع وبصیر" کی صفات کا تذکرہ ہوا۔[90] گویا یہ بات مبرہن ہے کہ زیرِ نظر قصہ میں نہ صرف واقعات کے بیان میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے، بلکہ قرآنِ حکیم کے معانی ومفہوم میں بھی (معاذاللہ) تغیر وتبدل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

3۔ "غیر جانبدار" آیات: (Neutral Verses)

زیرِ نظر کہانی میں چند ایسی آیات بھی شامل کی گئی ہیں جو اگرچہ عیسائیت کے خلاف تو استعمال نہیں ہو سکتی تھیں، البتہ ان کی شمولیت کے ضمن میں بھی کسی قسم کی توجیہ پیش نہیں کی گئی۔[91] تاہم بعض آیات کی من مانی تاویل پیش کرنے کی کوشش ضرور کی گئی مثلاً، حضور ﷺ کی زبانی جنت کے تذکرہ کے ضمن میں چار نہروں[92] کو چار اناجیل سے معنون کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[93]

لیکن آیت مذکورہ بالا میں جنت کی نعمتوں کا جہنم کے عذابوں سے تقابل بیان کیا گیا ہے، اور اگر بالفرض ان چاروں اقسام کی نہروں سے 'اناجیل' ہی مراد لی جائیں، تو پھر اسی آیت میں مذکور "ماء حمیم" کی تعبیر کیا کی جائے گی؟ شاید "بحیرا" کا "دھیان" اس طرف نہیں گیا ہو گا۔ مزید یہ کہ بائبل میں موجود اناجیل اصلاً متی، مرقس، لوقا، اور یوحنا سے منسوب کتب ہیں، جو انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں، لیکن حقیقی انجیل، یعنی خدا کی طرف سے نازل کردہ "انجیلِ مسیح علیہ السلام" نہیں۔

4۔ متخالف اسباب النزول:(Counter-asbab al nzul)

زیر نظر "قصہ" میں شامل یہ وہ آیات ہیں جن میں (معاذاللہ) بحیرا اور حضور ﷺ کو اس بات پر بحث کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ لوگوں پر دین کس طرح نافذ کیا جائے، اور اس بارے میں (معاذاللہ) انہیں آپس میں مذاکرات کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔[94]

مثلاً (مبینہ طور پر) جب بحیرا نے (معاذاللہ) حضور ﷺ کو تجویز دی کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھنا سکھائیں، تو ان کی طرف سے یہ جواب پیش کیا گیا کہ،

"I fear that my umma will not be capable of this."[95]

"And if I say: "fast and pray" and they say to me: "We will not pray and fast all day", what shall I say to them?"[96]

"مجھے ڈر ہے کہ میری امت اس کے قابل نہ ہوگی۔۔۔اور اگر میں روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کا کہوں، اور انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سارا دن نماز اور روزہ نہیں کر سکتے، تب میں ان سے کیا کہوں؟"

اس پر (مبینہ طور پر) بحیرا ان میں کمی کر دیتا ہے۔ لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ بھی (اس) حدیثِ معراج کا چربہ محسوس ہوتا ہے[97] جس میں موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کو قریباً انہی الفاظ میں مشورہ دیتے ہیں کہ،

''فارجع إلى ربك فإن أمتك لا تطيق ذلك''[98]

"آپ ﷺ لوٹ جائیے کہ آپ ﷺ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔"

گویا اس کہانی میں اس حدیث کے اسباب ورود کے متخالف پس منظر (counter-context) کو گھڑنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں بحیرا کو (معاذاللہ) خدا کا ہی درجہ دے دیا گیا ہے، جس نے پچاس نمازیں کم کر کے پانچ کر دیں، اور ساتھ ہی زبور کی تلاوت کی تلقین بھی کی۔[99]

دراصل اس قسم کی روایات میں، مسلم ادب میں بیان کردہ سیاق وسباق کی بجائے اسے کسی مبہم سیاق وسباق سے تبدیل کر دیا جاتا ہے، جو کافی حد تک مسلم روایات کا چربہ ہی ہوتے ہیں۔[100]

5۔ سمتِ نماز:

اس ضمن میں کہانی کی رو سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ (معاذاللہ) انہوں نے پوچھا کہ،

"To which place do I command them to turn their faces, considering that they are praying around the House to idols? Bahira replied,'make them pray to the East where the sun rises, because from there all light and brightness radiates and every star moves and proceedes from there.'[101] …Muhammad later returnes to Bahira saying he ordered the people to bow and pray to the East but they protested and said, 'we will not obey you and leave the Qibla which we and our fathers have been used to, to pray to another one.' Bahira gives in and lets Muhammad 'change the rule' under the pretence of a new revelation."[102]

"میں انہیں کس جگہ کی طرف اپنا رخ کرنے کا کہوں، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ (معاذاللہ) بیتِ اصنام کے گرد نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر بحیرا نے جواب دیا کہ انہیں مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا کہو، جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، کیونکہ وہیں سے تمام روشنی اور نور پھیلتا ہے، اور وہیں سے سارے ستارے گردش کرتے ہیں۔۔۔(کچھ عرصہ بعد) محمد [ﷺ] (معاذاللہ) بحیرا کے پاس واپس لوٹ کر کہتے ہیں کہ (معاذاللہ) میں نے انہیں مشرق کی سمت جھکنے اور نماز پڑھنے کا کہا، لیکن انہوں نے احتجاج کیا، اور میری بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے آباء کے قبلہ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس پر (مبینہ طور پر) بحیرا کوشش ترک کر دیتا ہے، اور محمد [ﷺ] کو نئی "وحی" کے بھیس میں قانون تبدیل کرنے دیتا ہے (معاذاللہ)۔"

بظاہر مذکورہ بالا اقتباس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ سمتِ عبادت کو کعبہ سے مشرق کی طرف تبدیل کرانا ہی مقصود تھا، لیکن لوگوں کے دباؤ کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ مذکورہ اقتباس میں اصلاً ساری ترغیب کا محور و مقصود مشرق کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ 25 دسمبر کو روم میں ایک "سرکاری" تہوار منایا جاتا تھا، جس کا آغاز اصلاً فارس سے ہوا تھا، یعنی اس دن روشنی اور مقدس عہد (sacred contracts) کے دیوتا "متھرا" (Mithra) کا جنم دن منایا جاتا تھا، اور 274ء میں غیر عیسائی شہنشاہ اورلیئن (Aurelian) نے بھی "Dies Invicti Solis" یعنی "The day of Invincible sun" کا تہوار 25 دسمبر کو منانے کا اہتمام کیا، اور چونکہ شہنشاہ قسطنطین بھی "متھرا ازم" (Mithraism) کا پیروکار تھا، لہٰذا اس کے "عیسائی ہونے" کے بعد یہی تہوار نئے مذہب، یعنی عیسائیت میں بھی منتقل ہوا۔[103]

لہٰذا تاریخی طور پر یہ بات متفق علیہ ہے کہ سب سے پہلے کرسمس چوتھی صدی عیسوی میں منایا گیا، جس میں بعدہٗ ایک اور تہوار کے اثرات بھی شامل ہو گئے، جو "Tutonic feast of yale" تھا، اور اسے بھی 25 دسمبر تا 6 جنوری منایا جاتا تھا، اور اصلاً "برف کے عفریت" پر "سورج دیوتا" کی "فتح" کی خوشی میں منایا جاتا تھا۔ جبکہ اس کے علاوہ شمالی یورپ میں بھی عیسائیت نے "سورج" کی تکریم میں منائے جانے والے ایک اور تہوار کو بھی اپنے اندر جذب کر لیا۔[104] یوں مجموعی صورتِ حال یہ ہوئی کہ اب عیسائی پیروکاروں کو یہ بتایا گیا کہ وہ "Sun god" کی بجائے "Son of God" کی عبادت کریں۔ گویا اگرچہ تہوار کا نکتۂ ارتکاز بظاہر تبدیل ہو گیا، لیکن روایتی مشرکانہ رسوم و رواج کاملاً غیر مبدل رہے۔[105] حالانکہ بائبل میں بھی ایسی چیزوں سے پہلے ہی متنبہ کیا گیا تھا[106] جس کا اشارہ بائبل میں اس طرح ملتا ہے کہ،

> "For such are false apostles, deceitful workers, transforming themselves into the apostles of Christ. And no marvel; for Satan himself is transformed in to an apostle of light."[107]
>
> "ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغابازی سے کام کرنے والے ہیں، اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کی مانند بنا لیتے ہیں، اور کچھ عجب نہیں کہ شیطان بھی خود کو روشنی کا رسول بنا لیتا ہے۔"

اس کے علاوہ ایک نکتہ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ بائبل کے مطابق یسوع کی پیدائش پر کئی مجوسی یروشلم آئے اور یہ کہا کہ انہوں نے مشرق میں حضرت مسیح (علیہ السلام) کا ستارہ دیکھا، جس کے باعث وہ (معاذ اللہ) انہیں سجدہ کرنے آئے ہیں۔[108]

گویا مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ زیرِ نظر اقتباس میں بسمتِ "مشرق" عبادت کرنے پر اس قدر زور کیوں دیا گیا۔ البتہ جہاں تک کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا معاملہ ہے تو یہ بات خود قرآنِ مجید میں بصراحت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی اپنی شدید خواہش کے بعد اللہ تعالیٰ نے تحویلِ قبلہ کا حکم دیا تھا، اور اہلِ کتاب خود بھی اس امر کی حقانیت سے واقف تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ،

> "قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وحَيْث ما كنتم فَوَلُّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ"[109]
>
> "ہم آپ ﷺ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اب آپ ﷺ کو ہم اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس سے آپ ﷺ خوش ہو جائیں آپ ﷺ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں آپ جہاں کہیں ہوں اپنا منہ اسی طرف پھیرا کریں۔ اور بے شک اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے۔"

لہٰذا زیرِ نظر قصہ کا مذکورہ بالا سارا استدلال ہی بے بنیاد اور مبنی بر کذب ہے۔

6۔ معجزات:

زیرِ نظر کہانی کے مطابق حضور ﷺ (معاذاللہ) بحیرا کے پاس آئے کہ ان کے معجزہ نہ دکھانے کے سبب ان کی قوم ان کا اعتبار نہیں کرے گی۔[110] دراصل یہ وہ تنقیدی اور تنقیصی نکتہ ہے جو عیسائیوں کی طرف سے عموماً حضور ﷺ کے (معاذاللہ) خلاف بتکرار بیان کیا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ "Thaumaturgy" یعنی، معجزہ / شعبدہ بازی کو نبوت کے لیے لازمہ سمجھا جاتا تھا، اور عیسائی مخاصمین کا بھی یہ کہنا تھا کہ قرآن نے بھی[111] حضور ﷺ کو معجزہ دکھانے والے (miracle worker) کے طور بیان نہیں کیا،[112] جبکہ دوسری طرف عیسائیوں کا اصرار یہ تھا کہ اگر خدا نے انجیل کو ترک کرکے، اس کی جگہ کسی نئی کتاب کو متعارف کرانا تھا تو ایسا صرف معجزہ کی مدد سے ہی ہو سکتا تھا۔[113]

لیکن اس ضمن میں قابلِ غور امر یہ ہے کہ، ازروئے قرآن، صداقتِ نبوت کا معیار "معجزات" نہیں۔ بلکہ "بینات وبراہین" ہوتے ہیں، جن سے تمام انبیاء علیہم السلام سمیت حضور ﷺ کو بھی متصف کیا گیا ہے۔

7۔ سفرِ معراج:

بحیرا کے حوالے سے حضور ﷺ کے سفر معراج کے بارے میں لکھا گیا کہ،

"I taught Muhammad that he had been carried up to heaven and I informed him of all that I saw at the time when the angel took me up to heaven and I described everything to him, not leaving out a single thing, and I made him to say to them, 'I have riden al-Buraq to Bayt al-Maqdis'.And when Muhammad told this to his companions they gave him the lie and said to him:'we don't want you to describe heaven to us.Give us a description of Bayt al-Maqdis, and what is in it'. And he said to them:'please let me ask my Lord'.And they allowed him. So he came to me filled with sadness and said: 'I have informed them about it but they did not accept a word of what I said. They have demanded a complete description of Bayt al-Maqdis'. And I said to him: 'say to them I have asked my Lord and he has promised me that he will sent it to me on the wing of Gabrial so that I can describe all of it for you'. And he did what I told him. And as a conformation of what he had said, I wrote for him the verse, 'Glory be to Him [who] carried His servant by night from the Holy Mosque to the further Mosque, the precincts of which we have blessed', and I wrote for him, 'He was Two bow's-length away or nearer'."[114]

"میں نے محمد [ﷺ] کو (معاذاللہ) یہ سکھایا کہ انہیں آسمان پر لے جایا گیا، اور میں انہیں وہ سب کچھ بتادیا جو میں نے اس وقت دیکھا تھا، جب فرشتہ مجھے آسمان پر لے گیا تھا[115] اور اس میں سے کچھ بھی باقی (مخفی) نہ رکھا، اور میں نے (معاذاللہ) انہیں یہ کہنا سکھایا کہ، مجھے براق پر سوار کراکے بیت المقدس لے جایا گیا۔ (لیکن) جب محمد [ﷺ] نے یہ سب کچھ اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بتایا تو انہوں نے (معاذاللہ) انہیں کاذب تصور کیا، اور کہا کہ ہمیں آسمانوں کے بارے میں نہ بتایئے بلکہ ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتائیں، اور یہ کہ اس میں کیا کچھ ہے؟ (اس پر) انہوں نے کہا کہ (معاذاللہ) مجھے اپنے خدا سے پوچھنے دیں، جس کی انہوں نے اجازت دے دی۔ پس وہ میرے پاس (معاذاللہ) غمزدہ ہو کر آئے اور کہا کہ میں نے انہیں اس (معراج) کے بارے میں بتایا، لیکن انہوں نے میرا ایک بھی لفظ نہیں مانا، اور وہ مجھ سے بیت المقدس کا تفصیلی احوال طلب کرتے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ، انہیں کہیں کہ (معاذاللہ) میں نے اپنے خدا سے کہا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے[116] جبرائیل (علیہ السلام) کے پر پہ بھیجے گا، تاکہ میں آپ کو اس کے بارے میں سب بتا سکوں۔ اور (معاذاللہ) انہوں نے وہی کیا جو میں نے انہیں بتایا۔ اور پھر اس کی توثیق کے لیے (معاذ اللہ) میں نے یہ آیت لکھی کہ:

''سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حوله ﷺ [117] اور (معاذاللہ) یہ لکھا کہ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ ادنی''[118]

مذکورہ بالا اقتباس کے حوالے سے پہلی قابلِ غور بات تو یہ ہے کہ یہاں (مبینہ) بحیرا نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اس نے (معاذاللہ) یہ سارا قصہ وضع کر کے حضور ﷺ کو سکھایا، تاکہ وہ اسے اپنے معجزے کو طور پر پیش کر سکیں۔ لہٰذا جب کوئی شخص خود ہی اپنے بارے میں یہ بتا رہا ہے کہ اس نے جھوٹ گھڑ کے دیا، تو اس کے اس اعتراف سے ہی اس کے جھوٹے اور کاذب ہونے کی دلیل ملتی ہے، اور ایسے جھوٹے اور کذاب شخص کی کسی بھی بات پر اعتبار سوائے حماقت کے اور کچھ نہیں ہو سکتی، اور اس کا اطلاق اس کے تمام دعاوی پر یکساں ہوتا ہے۔ اور ایسے جھوٹے شخص کے لیے قرآنِ مجید کا یہی فیصلہ ہی انسب ہے کہ،

''فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ''[119]

''اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' اور

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ''[120]

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ لوگ اپنے رب کے روبرو پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

ثانیاً یہ بیان کہ حضور ﷺ کے واقعۂ معراج کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے (معاذاللہ) اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ، اس ضمن میں (معاذاللہ) مکذبین قریشِ مکہ ہی تھے، جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں بھی وارد ہوا ہے کہ،

''لماكذبني قريش قمت في الحجرفجلى الله لي بيت المقدس فطفقت أخبرهم عن آياته وأناأنظر إليه''[121]

''جب کافروں نے معراج کو جھٹلایا تو میں کعبہ میں مقام حجر میں گیا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں اسے دیکھ کر نشانیاں بتانے لگا۔''

مذکور بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ تفصیل حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں پر نہیں، بلکہ بیت المقدس کو براہِ راست حضور ﷺ کے سامنے مجلّیٰ کر دیا گیا، جس کو دیکھ کر انہوں نے ساری تفصیلات بیان کر دیں۔ گویا حدیثِ مبارکہ سے بھی (مبینہ) بحیرا کے بیان کی نفی ہوتی ہے۔

اسی طرح جہاں تک (معاذاللہ) آیاتِ قرآنیہ لکھنے کا دعویٰ ہے، کہ جس کے بارے میں بحیرا کا کہنا تھا کہ،

"And I made it such that nobody who would come after him from his community could understand this passage, because in fact he neither went up nor did he come down."[122]

''میں نے انہیں اس طرح بنایا کہ ان کی قوم میں سے کوئی بھی اسے سمجھ نہ سکے، کیونکہ (معاذاللہ) نہ تو اوپر گئے اور نہ ہی (واپس) نیچے آئے۔''

گویا بحیرا اپنے جھوٹا ہونے کا مکرر اقرار کر رہا ہے۔ بلکہ اس قصہ کی ایک مجادلانہ حکمت عملی کو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ، ایک طرف یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآنِ مجید عیسائیوں کے عقیدہ کی توثیق کرتا ہے، اور دوسری جانب یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ قرآن کا ظہور (معاذاللہ) عیسائی حلقوں میں سے ہوا ہے، اور یہ (معاذاللہ) منزل من اللہ نہیں، اور یہ حکمتِ عملی شامی و عربی عیسائی مناظرانہ و مخاصمانہ تحاریر کا مرکزی نکتہ رہی ہے۔[123] اور اسی لیے کہانی میں "عیسائی نواز" آیات پر زیادہ توجہ مرکوز رکھی گئی ہے، لیکن ان آیات کی وضاحت و

تاویل کی میں اس قدر "محنت" کی ضرورت ہی کیا تھی، کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ سیدھے سبھاؤ انہیں "تخلیق" ہی نہ کیا جاتا؟ یا پھر "بحیرا" کو یہ آیات "گھڑنے" کے بعد اپنی حماقت کا احساس ہوا تو اسے تاویل کی راہ اپنانی پڑی؟

البتہ اس قصہ سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیاتِ متشابہات کے بارے میں اختلافِ مفسرین کا علم ان عیسائیوں کو ضرور حاصل تھا جو مسلمانوں سے مناظرات ومجادلات میں مصروف رہتے تھے۔[124] اور اسی تفسیری اختلافِ رائے کو انہوں نے ایک مؤثر "ہتھیار" کے طور پر اپنایا، اور استعمال کیا۔[125] اور بظاہر کہانی میں بھی مستعمل اکثر آیات کا انتخاب واستعمال بغیر کسی توضیح کے اس لیے کیا گیا ہے شاید عیسائی انہیں اپنے عقیدے کے "دفاع" کے لیے ایک بنے بنائے (readymade) جواب کے طور پر اپناتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ شاید یہ مسلمانوں کے لیے مسائل کھڑا کر سکتی ہیں۔[126]

ساتھ ہی اس پورے قصہ سے ایک اور بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جو قوم اپنے ہاتھوں سے کوئی تحریر لکھ کر (معاذاللہ) اسے منزل من اللہ قرار دے سکتی ہے[127] تو اس سے کسی بھی قسم کے جھوٹ اور افتریٰ کا صدور کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ،

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِه اِنَّه لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ''[128]

"جو شخص اللہ پر بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے اس سے زیادہ ظالم کون ہے بیشک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔" اور

''فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِه ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ''[129]

''پس ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کما لیں، سو ان کے لئے اس (کتاب کی وجہ) سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے تحریر کی اور اس (معاوضہ کی وجہ) سے تباہی ہے جو وہ کما رہے ہیں۔''

نتائج بحث:

سطورِ بالا کی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں اسلام کے عروج سے خائف ہو کر کئی عیسائیوں نے مختلف قسم کے ردِ عمل ظاہر کیے، اور ان میں سے بعض نے اپنے قلم کو اسلام اور صاحبِ اسلام ﷺ کے (معاذاللہ) خلاف ہمہ جہت پروپگینڈا کے لیے استعمال کیا۔ ان تحاریر میں سے بعض تو براہِ راست مجادلت ومخاصمت پر مبنی تھیں، اور بعض میں انہی مقاصد کے لیے کذب بیانی اور دوراز کار تاویلات کا سہارا لیا گیا۔ مذکورہ بالا قصہ بحیرا بھی ایک ایسے اسلام-مخالف پروپگینڈا کی مثال ہے جس میں حضور ﷺ کی رسالت کا (معاذاللہ) انکار کرنے کے لیے ایک کہانی گھڑی گئی، اور اس کہانی کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی کہ قاری کو یہ باور کرایا جاسکے کہ (معاذاللہ) اسلام اور کچھ بھی نہیں، بلکہ عیسائیت کا ہی ایک "بدعتی" فرقہ ہے، اور حضرت محمد ﷺ (معاذاللہ) نہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، اور نہ ہی ان پر کوئی وحی نازل ہوئی تھی، بلکہ (معاذاللہ) ایک عیسائی راہب سے کچھ سیکھ کر اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن زیر نظر کہانی کا تجزیہ، اور اس قصہ میں موجود تعارضات عیسائیوں کے ان تمام باطل دعاوی کی مکمل نفی کرتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ قصہ موضوع اور جعلی ہے، بلکہ انتہائی کمزور استدلال کے حامل اسلوب پر بھی مبنی ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں بھی اس قصہ کی شہرت پائی جاتی ہے، لیکن اگر اس کے وضاعین کے محرکات اور اس کی پیش کش کے اسلوب کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ، یا اس جیسی کسی بھی تحریر کو حضور ﷺ کی صداقت کے لیے پیش کرنا انتہائی ناموزوں اور خطرناک ہو سکتا ہے۔ اور جہاں تک حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کا معاملہ ہے تو یہ بات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس مقصد کے لیے وہی بینات کافی ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں، اور کسی غیر مسلم کی تصدیق یا عدم تصدیق کی ضرورت نہیں ہے۔

اس قسم کی دیگر تحاریر بھی دنیائے عیسائیت میں موجود ہیں، اور یہ لازم ہے کہ ان کا تحقیقی جائزہ لے کر ان کے کذب ودجل کو واضح کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] Bahkou , Abjar,Ph.D.,The Christian Legend of Monk Bahira The Syriac Manuscript of Mardin 259/2,Study and English Translation, Fortworth Texas,U.S.A., June, 2006,p: 11

[2] Luke, 2: 25-35

[3] Bahkou, loc.cit.,p: 12

[4] Ibid, p: 11

[5] Ibid.

[6] loc. cit.,p: 12 Bahkou,

[7] Bahkou, loc. cit., p: 16

[8] Ibid, p: 14,15

[9] Ibid, p: 16

[10] مثلاً، ابنِ اسحٰق، محمد، المطلبی، کتاب السیر والمغازی، ت:ڈاکٹر سہیل زکار، دارالفکر، بیروت، ط:1، 1398ھ/1978ء، ج:1، ص:73-75؛ نیز، الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر (م: 310ھ-)، تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري (صلة تاريخ الطبري) لعريب بن سعد القرطبي (م: 369ھ)، دار التراث، بیروت، ط:2، 1387 ھ، ج:2، ص:277-279، وغیرہ ذالک

[11] Bahkou, loc. cit, p: 14

[12] A. Abel, “L’ apocalypse de Bahira et la notion islamique de Mahdi”, Annuaire de l’ Institute de l’ Philologies et d’ Histoire Orientales, vol.:3, 1953, pp: 1-12;and, A. Abel, “Changements Politiques et literature eschatologique dans le Monde Musulman”, studies Islamica, vol.: 2, 1954, pp: 23-34; W.R.T., Bahkou, ibid, p: 15

[13] Bahkou, ibid, pp: 15-16

[14] Ibid, p: 14

[15] Griffith, Sidney H.,“Muhammad and The Monk Bahira;Reflection on a Syriac and Arabic Text From Early Abbasid Times”, Oriens Christianus, vol.:79, 1995,p: 155,172

[16] Rogemma, Barbara, “A Christian Reading of The Qur’an. The Legend of Sergius-Bahira and its Use of Qur’an and Sira”, in, Syrian Christians Under Islam The First Thousand Years, ed.: David Thomas, Brill, Leiden, 2001,p: 58

[17] Bahkou, loc. cit, p: 3

[18] Ibid, p: 19

[19] Siddiqui, Abdul Hameed, The Life of Muhammad, Des Plaines, ‘Library of Islam, 1991; A Guillaum, The Life of Muhammad, A Transalation of Sirat rasul Allah, Oxford University Press, Pakistan Branch, Lahore, Karachi, 1970;W.R.T.Ibid, p: 5

[20] Saadi, Abdul-Masih, The Story of Monk Sargis Bahira, Karmo, Vol.: 1, 1999, p: 3,4,225

[21] Rogemma, loc.cit., p: 58

[22] Bahkou, loc.cit., p: 3

[23] Ibid, p: 18

[24] Richard Gotteil, “A Christian Bahira Legend”, Zeitschrift fur Assyriologie, vol.: 13, 1998, p: 189; W.R.T. ibid, p: 4

[25] Griffith, Muhammad and The Monk Bahira, loc. cit., p: 148

[26] Bahkou, loc. cit., p: 17

[27] Ibid, p: 18

[28] Rogemma, A Christian Reading of The Qur’an, loc. cit, p: 57

[29] Ibid, pp: 57-58

[30] Bahkou, loc. cit., p: 5

[31] یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اس کے بر عکس، عربی نسخہ میں بحیرا کی وفات کے تذکرے کے بجائے، مبینہ طور پر، وہ خود ہی حضور ﷺ سے اپنی ملاقات کا احوال ایک طویل اعتراف کی صورت میں بیان کرتا ہے کہ کس طرح (معاذاللہ) اس نے حضور ﷺ کے لیے قرآن تصنیف کیا۔ (Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an loc. cit., p: 58, f/n: 4)

[32] Bahkou, The Christian Legend of Monk, loc. cit.

[33] Ibid, p: 6

[34] یہ امر کسی حد تک "پال" سے مشابہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اولاً حضرت مسیح علیہ السلام کا مخالف، لیکن بعد میں عیسائیت کا سب سے بڑا مبلغ و محافظ بن کر سامنے آیا؛ اسی طرح بحیرا بھی عیسائیت سے "گمراہ"، لیکن اس کا محافظ بھی ہے۔

[35] "واقعۂ معراج" کا چربہ محسوس ہوتا ہے۔

[36] Bahkou, ibid.

[37] کسریٰ کو کسی بھی راہب کے ذریعے خبر دار کرنے کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔

[38] Bahkou, ibid.

[39] Bahkou, The Christian Legend of Monk, loc. cit., pp: 6-7

[40] عبد المعبود، محمد، تاریخ المدینۃ المنورۃ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ط:2، س۔ن، ص:80-94

[41] النحل،16: 103

[42] Griffith, Muhammad and The Monk Bahira, loc.cit., p: 150;and, Gotteil, A Christian Bahira Legend, loc. cit.,pp: 203-268; W.R.T. Bahkou, loc. cit., p; 7

[43] چونکہ پہلے حصہ میں بحیرا کی حضور ﷺ سے ملاقات کا تذکرہ کہیں بھی نہیں تھا، غالباً اسی "جھول" کو محسوس کرتے ہوئے زیرِ نظر دوسرا حصہ تخلیق کیا گیا۔

[44] Bahkou, The Christian Legend of Monk, loc. cit.

[45] Ibid

[46] Ibid البتہ خدائے حقیقی کے بارے میں بحیرا کا بیان یہ تھا کہ وہ خدائے حی کی عبادت، اور اس کے بیٹے یسوع پر ایمان رکھتا ہے، جو مسیح اور مقدس ہے۔(Ibid)

[47] Ibid, p: 8

[48] Rogemma, The Legend of Sergius bahira, loc. cit., p: 275

[49] Ibid

[50] حالانکہ مروجہ عیسائیت وہ عقیدہ ہے جو پال نے رائج کیا۔

[51] یہاں بائبل کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا۔ یسعیاہ،7: 14؛ لوقا،1: 26(Ibid,f/n:40)

[52] النساء،4: 171

[53] النساء،4: 157-158

[54] Bahkou, The Christian Legend of Monk, loc. cit., p: 9

[55] Griffith, loc.cit., p: 165

[56] Rogemma, The legend of Sergius Bahira, loc. cit., p: 281

[57] قرآنِ حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ " مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُه ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ' (محمد،47: 15)(متقی لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو خراب ہونے والا نہیں، ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلے گا، ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سرور آمیز ہو گی، اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو نتھرا ہوا ہو گا)۔ جبکہ بائبل (پیدائش،2: 10-14) میں بھی جنت کی چار ندیوں کا تذکرہ موجود ہے، جن کے نام فیسون، جیحون، دِجلہ اور فرات بیان کیے گئے ہیں۔

[58] یہ بیان بھی ان احادیث کی نقل معلوم ہوتا ہے کہ، " إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ"(مسلم، ابوالحسن ابن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، دارالجیل، ودارالآفاق الجدیدۃ، بیروت، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب: فی صفات الجنۃ واھلھا وتسبیحھم فیھا بکرۃ وعشیا، حدیث:5066) جنت والے جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور تھوکیں گے نہیں اور نہ ہی پیشاب کریں گے اور نہ ہی پاخانہ کریں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تو پھر کھانا کدھر جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا ڈکار اور پسینہ آئے گا اور پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا)۔ اور "يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ"(مسلم، حوالہ بالا، حدیث:5067) (جنت والے جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن وہ اس میں پاخانہ نہیں کریں گے لیکن ان کا کھانا ایک ڈکار کی صورت میں تحلیل ہو جائے گا جس سے مشک کی طرح خوشبو آئے گی)

[59] اگرچہ احادیث میں عام جنتی کے لیے دو ہی حوروں کا تذکرہ ملتا ہے(ابنِ ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن، ت: محمد فواد عبد الباقی، دارالفکر، بیروت کتاب الزھد، باب: صفۃ الجنۃ، حدیث:4328)؛ تاہم سات حوروں کا تصور قرآنِ حکیم میں بھی نہیں ملتا۔ Rogemma, The Legend of (sergius Bahira, loc. cit, p: 281, f/n: 49)

[60] Bahkou, The Christian Legend of Monk,loc. cit.. p: 10

[61] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc.cit, p: 58

[62] Ibid, f/n: 5

[63] Ibid

[64] Ibid, f Bahkou, The Christian Legend of Monk,loc. cit.. p: 10/n: 5

[65] Ibid

[66] Ibid, p: 59

[67] Ibid

[68] (یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے) المآئدہ، 5: 82

[69] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc.cit.

[70] Ibid.

[71] Ibid.

[72] التوبہ، 9: 5

[73] Rogemma, loc. cit., f/n: 9

[74] (آپ کہہ دیجئے! اگر بالفرض رحمٰن کی اولاد ہوتو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا) الزخرف، 43: 81

[75] Rogemma, loc.cit.,p: 60

[76] الکافرون، 109: 2-5

[77] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc. cit.

[78] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ت: أحمد محمد شاكر، مؤسسة الرسالة، ط:1، 1420ھ / 2000ء، ج:21، ص:649

[79] ابنِ کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ت: سامي بن محمد، دار طيبة للنشر والتوزيع، ط:2، 1420ھ / 1999ء، ج: 7، ص:242

[80] الزمر، 39: 4

[81] (لیکن، بحیرا کو ان کے "لکھنے" کی ضرورت ہی کیا تھی؟) Rogemma, loc.cit., p:61

[82] (نہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں) الاخلاص، 112: 3-4

[83] MS Par.Ar 215,f:172 v; W.R.T. Rogemma, loc.cit

[84] MPG,XCVII, 1545C; W.R.T., Sahas, Daniel J., John of Damascus on Islam, The Heresy of Ishmaelites, E.J. Brill, Leiden, Netherlands, 1972, p: 77, f/n: 1

[85] 12ویں، 13ویں صدی عیسوی کا مصنف نائسٹس اکومینیٹس (Nicetas Acominatus)

[86] MPG,CV,705D-708A,W.R.T.,Sahas, loc.cit.

[87] Ibid, 784C- 788B,W.R.T.,Sahas, ibid.

[88] Sahas, ibid.

[89] ابنِ کثیر، أبوالفداء إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ت: سامي بن محمد، دارطیبة للنشر والتوزیع، ط:2، 1420ھ / 1999ء، ج:8، ص:528

[90] مثلاً، الاسرٰی، 17 :1؛ غافر، 20:40، 56؛ الشوریٰ، 42 : 11 وغیرہ ذالک

[91] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc. cit., pp: 61-62

[92] ''مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ (محمد، 47: 15)

[93] Rogemma, loc.cit., p: 63

[94] Ibid.

[95] Ibid, pp: 63-64,f/n: 24

[96] Ibid

[97] Ibid

[98] بخاري، محمد بن إسماعیل أبو عبد الله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه = صحیح، ت: محمد زهیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانیة بإضافة ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي)، ط:1، :1422ھ، کتاب الصلوٰة، باب: کیف فرضت الصلاة فی الاسراء، حدیث:336؛ و، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ذکر ادریس عیله السلام وهو جد ابی نوح ویقال جد نوح، حدیث:3094؛؛ نیز، مسلم، کتاب الایمان، باب: الاسراء برسول الله ﷺ الی السمٰوٰت، حدیث:237

[99] MS Par.Ar 215, f: 164r; W.R.T. Rogemma, loc. cit

[100] Rogemma, ibid, p: 64

[101] MS Par.Ar 215,ff164 v-r; W.R.T. ibid.

[102] Rogemma,ibid.

[103] The Christian alamanic, 1979, p: 17; W.R.T. Holidays or Holydays-Does it Matter Which Days We Observe?, United Church of God, U.S.A., 2008, pp: 8-9

[104] Ibid

[105] Ibid, pp; 10-11

[106] Ibid

[107] 2 Corinthians, 11: 13-14

[108] Mathew, 22: 1-29

[109] البقرہ، 2: 144

[110] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc. cit., p: 66

[111] الاسرا، 17: 90-93

[112] Rogemma, loc. cit.

[113] Ibid

[114] MS Par. Ar.215,ff: 174r-v; W.R.T., Ibid, p: 67

[115] بحیرا کے اس فرضی معراج کا تذکرہ مقالہ ہٰذا کے حاشیہ: 35 پر کیا جاچکا ہے۔

[116] یعنی بیت المقدس کی تفصیل کو۔

[117] الاسرا، 17: 1

[118] النجم، 53: 9

[119] آلِ عمران، 3: 61

[120] ھود، 11: 18

[121] بخاری، کتاب التفسیر، باب: قولہٗ اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام، حدیث: 4341

[122] Rogemma, A Christian Reading of The Qur'an, loc. cit., p: 69

[123] Ibid, p: 70

[124] Ibid, p: 71

[125] Ibid, p: 72

[126] Ibid.

[127] see: John, 21: 24; Acts, 1:1

[128] الانعام، 6: 21

[129] البقرہ، 2: 79